بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

اجلاس صد سالہ دارالعلوم دیوبند

چشمِ فلک نے اس تختیٔ برِ اعظم (برِ صغیر) میں علم و معرفت اور دین و شریعت کی سطوت و شوکت کا ایسا روح پرور منظر کب دیکھا ہوگا۔؟ جو ۲۰ سے ۲۴ر مارچ ۱۹۸۰ء تک دیوبند کے صد سالہ اجتماع کی شکل میں دیکھا گیا۔ سالوں سے انتظار تھا، لمحات اور گھڑیاں شمار ہوتی رہیں، دن گنے جا رہے تھے جس دن کیلئے، وہ وقت آیا تو اپنے جلو میں اللہ کے نام پر اللہ کے دین کیلئے بسیطِ ارض کے ہر خطے سے لپکنے والوں سمٹنے والوں اور مر مٹنے والوں کا ایک ایسا سیلاب لیکر آیا کہ اس کے سامنے سالہا سال سے کی گئی تیاریوں منصوبوں اور وسیع انتظامات کی کوئی حیثیت نہ رہی۔ اجلاس نے جشن اور جشن نے ایک ہنگامہ خیز میلے کی صورت اختیار کر لی۔ کتنے تھے جو ایک تہائی صدی سے اپنی اس مادرِ علمی کی دید و زیارت کے لئے تڑپتے رہے لیکن وہاں پہنچ کر اس قبلۂ علم کے در و دیوار کو بھی پوری طرح نہ دیکھ سکے اور بزبانِ حال یہ کہتے ہوئے واپس ہوئے کہ ؎

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

دارالعلوم کا اجلاس صد سالہ ایک گونہ دارالعلوم کے بعض اکابر کے ان اندازوں اور تخمینوں کا عالم ناسوتی میں ظہور اور بشاراتِ صادقہ کا نقطۂ آغاز تھا۔ دارالعلوم کے ایک خدا رسیدہ مجذوب بزرگ مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ نے فرمایا تھا کہ "یہ دارالعلوم چلتا رہے گا چلتا رہے گا، یہاں تک کہ ہندوستان میں انقلاب ہو اور یہ پھر اسلامی حکومت کے ہاتھ میں چلا جائے۔" دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت قاری محمد طیب صاحب مدظلہ نے ایک بار یہ پیشنگوئی خود مجھے سنا کر فرمایا کہ "اس پیشنگوئی سے تو ہم بڑی امیدیں باندھے ہوتے ہیں۔" اسی طرح دارالعلوم کے کچھ اور بزرگوں کا کہنا تھا کہ برصغیر میں تجدید دین کے سارے مساعی اور اعمال کی نسبتوں کا مرکز دارالعلوم ہے۔ اور برصغیر میں یہ دارالعلوم قطب الرحیٰ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جیسے چکی کے پاٹوں کے بیچ میں کلّی ہوتی ہے۔ اور اس کے اردگرد پاٹ، گھومتے ہیں اسی طرح ختم ہونے والی صدی کے تمام دینی، ملّی، تمدّنی اور سیاسی معاملات بھی اس کے گرد گھومتے رہے۔ خداوند قدوس نے کچھ عجیب مقناطیسی قوّتوں سے اسے نوازا۔ اگر برصغیر کا غیر جانبدار بے لوث مورّخ ان مکاشفات اور بشارات کی روشنی میں گذشتہ صدی کی علمی دینی اور ملی و سیاسی تاریخ کا جائزہ لے تو یہ حقیقت دن کے اجالے کی طرح ثابت ہو جائے۔ برصغیر میں دیوبندی مکتب فکر کے فکر و دانش کا سرچشمہ حضرت امام

شاہ ولی اللہؒ کی ذات ہے جنہوں نے متعدد مقامات پر اپنے اس کشف کا اظہار ہے کہ ایک وقت تو اسلامیان ہند پر شدید آزمائش و ابتلاء کا آنے والا ہے کہ ان کی چولیں ہلاکر رکھ دی جائیں گی۔ اور ان کا شیرازہ تتر بتر درہم برہم ہوکر رہ جائے گا۔ لیکن اسلام پھر بھی جاندار شکل میں باقی رہے گا۔ اور وہ وقت دوبارہ آئے گا کہ اس ملک میں اسلام اور مسلمانوں کو سطوت و شوکت عزت اور سربلندی نصیب ہوگی اور وہ اپنی عظمت رفتہ دوبارہ بحال کرسکیں گے۔

ابتلاء و محن کا جو دور آیا سارے عالم نے دیکھ لیا۔ اور ایسا آیا کہ شاید تاریخ اسلام میں اسکی مثال تلاش بسیار کے باوجود بھی نہ مل سکے لیکن عزت اور سربلندی کے جو آثار ہویدا ہیں۔ اس کا مظہر اتم دارالعلوم دیوبند کا یہ فقید المثال اجتماع اور اس میں شریک ہونے والے مسلمانوں کا جوش و ولولہ، گرویدگی اور وارفتگی ہے۔ الحمد للہ کہ نگہ کی بلندی، دلنوازیٔ گفتار اور پرسوزیٔ جان آج کے اسلامیان ہند کے نئے سفر کی متاع عزیز اور زادِ راہ ہے اور ان سب چیزوں کا رمز و شعار دارالعلوم کا یہ اجتماع ہے۔ شرکاء جلسہ کے تخمینے لاکھوں لاکھ ہر شخص نے اپنے اندازے سے لگائے ہیں۔ اور بیر احتیاط جائزہ یہ ہے کہ ظلمتکدۂ ہند میں قافلۂ اسلام کے وارد ہونے اور محمد بن قاسمؒ کے نزول اجلال کے بعد اہل علم ارباب زہد و صفا اصحاب فکر و دانش اور نام لیوایان اسلام کا اتنا بڑا اجتماع اس سرزمین نے یقیناً کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ اس اجتماع سے اسلامیان ہند کو خاص طور سے بڑا سہارا ملے گا۔ اور وہ اپنی تشخص و امتیازات کو اور بھی اعتماد، حوصلہ اور جرأت سے نہ صرف قائم بلکہ عیاں اور نمایاں کرسکیں گے۔ اجتماع کی یہی واحد "نفع عاجل" ہے جس نے ایک طرف دارالعلوم کی عظمتوں کو چار چاند لگاکر اس کے عالمگیر اثرات کا آئینہ اس کے سامنے رکھ دیا ہے۔ تو دوسری طرف اسلامیان ہند کو اجنبی اقوام و ملل کے بحر ظلمات میں اپنے وجود کی نئی دریافت بخش دی ہے۔ ومن عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ اور اس کے ساتھ ہی اس اجلاس نے اکثریت کے گھمنڈ میں مبتلا غیر مسلم قوت حاکمہ کو بھی محو حیرت کرکے مسلمانوں کے بارہ میں عادلانہ اور محتاط رویہ اپنانے کا لمحۂ فکر مہیا کردیا ہے۔ اور جس کے نمایاں اثرات اجلاس میں شریک ہونے والے غیر مسلم بھارتی زعماء، وزیراعظم اندرا گاندھی، اور ملک کے دیگر سیاسی لیڈروں جگجیون رام، راج نرائن، مسٹر بھوگنا وغیرہ کے تاثرات اور کیفیات سے محسوس کئے گئے جو لوگ اس اجتماع میں وہاں کی منتخب سربراہ مسز اندرا گاندھی کی شمولیت پر چیں بجبیں ہوئے اور نقطہ آفرینیاں کیں وہ اگر اس مہم میں غیر مخلص نہ بھی تھے مگر سیاسی بصیرت اور ملی مصالح اور تقاضوں کے ادراک میں عدیم البصیرت بہرحال تھے اور یہ کتنا ظلم ہے کہ ہم یہاں آزادی کی فضاؤں میں جھوم جھوم کر ہر بار وہاں کے مسلمانوں کو اپنے پیمانوں سے ناپتے پھریں۔ اور ان کی مصلحتوں کو اپنے اغراض کے چشموں سے دیکھتے رہیں اور جب بھی ہمارے منافقانہ دلفریب مقاصد کیلئے وہ قربانی کے بکرے بن جاتے ہیں تو ہم ایک خندۂ استہزاء کے ساتھ انہیں طاق نسیان کے سپرد کردیتے ہیں۔ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے ایک

فاضل مدیر نے اپنے مشاہداتِ اجلاس میں گویا میرے دل کی بات لکھی ہے۔ کہ یہ پہلا موقع ہے کہ بھارت کے کسی سربراہ کو مسلمانوں کے اتنے بڑے مجمع اور عظمت اور شوکت کا براہ راست مشاہدہ کرنا پڑا اور یہ کہ ہمارے بس میں ہوتا تو ہم عالمِ اسلام بالخصوص عالمِ عرب کے کونے کونے سے شریک ہونے والے زعماء اور علماء کو مسز اندرا گاندھی کے اردگرد ایسا سمیٹ کر رکھ دیتے کہ وہ اپنے آپ کو ملتِ مسلمہ کی عظیم ہمہ گیر برادری میں محصور و مجبور سمجھ لیتی کہ ۵ اکروڑ ہندی مسلمان جس کی پشت پر پوری ملت کی نمائندگی کرنے والی عالمی برادری کے یہ نمائندے کیا ایسی قوت بھی اقلیت کہلانے کی سزاوار ہے اور کیا ایسی قوت بھی مقہور و مجبور ٹھہرائی جاسکتی ہے۔

یہ دارالعلوم کی شانِ تجدیدی کا ایک کرشمہ ہے۔ اور انشاء اللہ چودھویں صدی کے اختتام اور پندرھویں صدی کے آغاز میں اسلامیانِ عالم کا یہ اجتماع نئی صدی کے لئے دارالعلوم کے تجدیدی مستقبل کا غماز ہے۔ اور یہ سب کچھ آن مردانِ حق آگاہ کی جہدِ مسلسل، جہادِ پیہم اور شبانہ روز قربانیوں کا ظہور ہے جنہوں نے اس صدی کے آغاز میں علم و عمل کی حفاظت شریعت و طریقت کی بقاء کے لئے اس ملک میں دارالعلوم دیوبند کی شکل میں کیا۔

اجتماع پر بہت کچھ لکھا جائے گا اور لکھا جارہا ہے۔ صدیوں اس کی یاد قائم رہے گی۔ مگر جو بات مشاہدہ کی ہوگی اس کا ادراک سننے اور پڑھنے والے کہاں کرسکیں گے۔ اور پھر کسی قلم میں تاب کہاں کہ علم و معرفت کے اس عظیم جشنِ بہاراں کی منظر کشی کرسکے ؎

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں !
بلبل چہ گفت گل چہ شنید و صبا چہ کرد

اجتماع کے بعد احقر کو دہلی، آگرہ، علی گڑھ، امروہہ، سرہند شریف، لدھیانہ بھی جانے کا اتفاق ہوا اور دہلی جاتے ہوئے تو حضرت اقدس والد ماجد شیخ الحدیث مدظلہٗ اور حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہٗ کی معیت میں نانوتہ، گنگوہ، تھانہ بھون، شاملی کی حاضری کا شرف بھی فضلِ خداوندی سے میسر ہوا۔ ان بلاد مجدد و شرف اور امصارِ علم و فضل کے مشاہدات و تاثرات بھی رفتہ رفتہ الحق کے صفحات پر آتے رہیں گے۔ فوری طور پر ہم اجلاس کی اہم تقاریر اور قراردادوں سے حاضرین کی فکری و روحانی تواضع پر اکتفاء کر رہے ہیں جو اجلاس کی اصل سوغات ہے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق